www.ashabulhadith.com
free authentic Urdu lectures
Study Circle

شرح الاصول الثلاثہ

ڈاکٹر مرتضی بن بخش حفظہ اللہ

درس نمبر۔16

%

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہُ وَنَسْتَعِینُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ،مَنْ یَهْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہُ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَہُ وَاَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلَہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہُ لاَ شَرِیكَ لَہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ :

16۔درس نمبر:۱۶۔مدینہ کی طرف ہجرت، ہجرت کا سفر، غار ثور کا واقعہ، سیدنا عمر بن خطاب کا قصہ (مختصر)۔غیر مسلم ملک میں رہنے کے چند ضوابط، صلح حدیبیہ کے قصے میں سے بعض اہم پیغام۔

"الاصول الثلاثہ و ادلتھا" الامام العلامہ الشیخ محمد بن عبد الوہاب: کے تین بنیادی اصول کے رسالے کا درس جاری ہے اور تیسرا اصل پچھلے درس میں ہم شروع کر چکے تھے اور ہم پہنچے تھے "وبعدھا أمر بالھجرۃ إلی المدینۃ "اور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ ہجرت کریں مدینہ نبویہ کی طرف اور پچھلے دروس میں یہ بھی بیان کیا تھا کہ جب نبی کریم ﷺ نے بڑی کوشش کی کہ قریش، ان کے اپنے رشتے دار ان کا اپنا قبیلہ جو مکہ کے سردار تھے، دنیا کے سردار تھے انہیں ایک اور سرداری بھی دینا چاہتے تھے کہ وہ کلمہ پڑھ لیں اور صرف عرب کے نہیں بلکہ عجم کے بھی سردار بن جائیں لیکن ہٹ دھرمی اور تکبر کی وجہ سے بہت سارے لوگوں نے اس بات کو نہیں سمجھا۔ اور پھر طائف کے سفر کا میں نے ذکر کیا کہ جب نبی کریم ﷺ کے لیے جب مکہ کی زمین تنگ ہوگئی، وہاں پر پریشانیاں ہی پریشانیاں اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے سوچا کہ مکہ کو چھوڑ کر طائف کی طرف جاؤں وہاں پر ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ میری بات کو سن لیں اور کلمہ توحید کو سمجھ لیں، اس پر عمل کریں اور طائف کو میں اپنا مرکز بناؤں دعوت کا، توحید کی دعوت کا اور ہم نے یہ سنا کہ کس طریقے سے ظالموں نے نبی رحمت ﷺ سے سلوک کیا اور کس طریقے سے انہیں طائف سے نکالا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی اس پریشانی کو دور کرتے ہوئے اپنے فرشتے نازل فرمائے آسمان سے جبریل π اور پہاڑوں کا فرشتہ تو نبی رحمت ﷺ کے غم میں ان کی پریشانی میں کمی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے لیے جو جگہ چنی تھی وہ طائف نہیں تھی وہ مدینہ تھی اور طائف والے ایمان نہیں لے کر آئے بلکہ میں نے بتایا تھا کہ ایک غلام تھا جو کرسچن تھا، اس پورے ایک سفر میں اس ایک ہی غلام نے اسلام قبول کیا تھا۔ تو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جو انسان چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا۔

اس کے بعد پھر عام الحزن جسے کہتے ہیں غم کا سال۔ نبی رحمت ﷺ کے چچا ابو طالب وفات پا گئے اور ان کی زوجہ اُم المؤمنین خدیجہ ρ بھی وفات پا گئیں ایک ہی سال میں تو بہت ہی غم کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ہی دو تھے جو نبی رحمت ﷺ کا ہمیشہ ساتھ دیتے تھے سکھ اور دکھ میں لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت

تھی کہ دونوں ایک ہی سال میں وفات پا گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو آسمانوں کی سیر کروائی، اسراء والمعراج کا قصہ پچھلے درس میں، میں بیان کر چکا تھا اور اس قصے میں تفصیل اور فوائد بھی بیان کیے تھے۔

مشرکوں نے جب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نہ تو ان کی بات سنتے ہیں اور نہ وہ کسی اور کی بات سنتے ہیں جن کو وہ درمیان میں واسطہ بنا کر گئے اور نہ ہی اپنے چچا کی بات سنتے تھے تو انہوں نے ایک کانفرنس کی اور اس کانفرنس میں انہوں نے مختلف فتوے دیئے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ مختلف لوگوں کے مختلف مشورے تھے لیکن آخر میں مشورہ جو طے ہوا کہ ایسا کرتے ہیں کہ ہر قبیلے سے ایک جوان کو چنتے ہیں اور ان جوانوں کو ایک تیز دھار والی تلوار دیتے ہیں، یہ سب مل کر ایک ہی وار کریں گے اور محمد ﷺ کو قتل کر دیں گے، اس طریقے سے ان کا خون بہہ جائے گا اور بنو عبد مناف جو نبی کریم ﷺ کی قوم تھی کس کس سے بدلہ لیں گے تو مجبوراً دیت پر مان لیں گے اور دیت ہم سب مل کر دے دیں گے اور اس طریقے سے یہ جو بڑا مسئلہ ہے ہمارے لیے یہ حل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اے میرے پیارے نبی اب ہجرت کا وقت آ گیا ہے اب مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف جانا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ فوراً جاتے ہیں سیدنا ابو بکر صدیق τ کے گھر میں، دوپہر کے وقت میں گئے تھے اس وقت میں عام طور پر نہیں جاتے تھے۔ اُمنا عائشہ ρ بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ دوپہر کے وقت آئے، عام طور پر اس وقت میں نہیں آتے تھے اور میرے والد سے آ کر بات کی اور دونوں کمرے کے اندر چلے گئے، میں بھی ساتھ گئی تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی کا تو گھر ہے یعنی اُمنا عائشہ ρ بھی تو آپ ہی کی تو گھر والی ہے کوئی اور تو نہیں ہے یہاں پر تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اب وقت آ گیا ہے ہجرت کا۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ کے آنسو آنکھوں سے جاری ہوئے اور رونے لگے۔ اُمنا عائشہ ρ بیان کرتی ہیں کہ زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے دیکھا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں اس سے پہلے مجھے علم نہیں تھا میں تو یہ سمجھتی تھی کہ آنسو ہوتے ہیں غم کے۔ انسان کو رونا کب آتا ہے؟ جب غم ہوتا ہے لیکن زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے دیکھا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ کے پاس دو سواریاں تھیں، ایک انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کی۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ: اس کا حق، اس کی جو قیمت ہے وہ بتاؤ میں قیمت دوں گا۔ سیدنا ابو بکر صدیق نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی کا حق ہے آپ لے لیں، نبی رحمت ﷺ نے اس کی قیمت دی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا ابو بکر ﷺ صدیق τ نے اپنا سب کچھ جب دے دیا تھا تب تو نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں سارا دے رہے ہو لیکن جب ایک سواری کی بات آئی تو تب قیمت کی بات کیوں ہوئی؟ حکمت کی بات جانتے ہیں؟ حکمت یہ ہے (واللہ اعلم) کہ سواری پر نبی کریم ﷺ نے خود سوار ہونا تھا اور جو مال سیدنا ابو بکر صدیق τ نے دیا وہ سب بیت المال کے لیے تھا یعنی اس میں مسلمانوں کا حق تھا اور یہاں پر انہوں نے خود سواری کرنی تھی بذات خود تو یہاں پر اس کا حق ادا کیا، اس کا جو معاوضہ تھا جو اس کی قیمت تھی وہ قیمت دے دی۔ اور ہجرت کا سفر مشہور ہے، نبی رحمت ﷺ جب مکہ سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ایک مومن تھا اور ایک کافر تھا۔ مومن سیدنا ابو بکر صدیق τ تھے اور کافر عبد اللہ بن اریقط جو راستہ دکھانے والے تھے۔ اور اس میں دلیل ہے کہ آپ کافر کو نوکری دے سکتے ہو کہ نہیں؟ کیا خیال ہے؟ جب نبی کریم ﷺ نے اس مشکل وقت میں کہ قریش خون کے پیاسے ہیں، قتل کرنے والے کو سو اونٹ کا انعام دینا چاہتے ہیں اسی مشکل وقت میں نبی کریم ﷺ نے مدد لی تو کس کی لی؟ ایک کافر کی عبد اللہ بن اریقط۔ تو علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ اگر کافر امانت دار ہے ارے، کافر امانت دار ہوتا ہے کیا؟ کیا خیال ہے؟ جی ہاں ہوتے ہیں کافر کو دنیا چاہیے، پیسہ چاہیے اور پیسے کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اگر پیسے کے لیے وہ جھوٹ بول سکتا ہے تو کیا پیسے کے لیے سچ نہیں بول سکتا وہ؟ اگر پیسے کے لیے خیانت کر سکتا ہے تو کیا امانت نہیں کر سکتا؟ جس کے لیے یہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ تو نبی رحمت ﷺ

نے ان کو پیسہ دیا اور اس طریقے سے اس کافر نے راستہ دکھایا اور واقعی اس نے کسی کو خبر نہیں دی یعنی غداری نہیں کی اس کافر نے اور اس طریقے سے نبی رحمت ﷺ نے جو صحیح راستہ تھا سیدھا راستہ تھا جو مدینے کی طرف جاتا تھا اس کو چھوڑ کر پیچھے والا راستہ جو یہ خط سریع دیکھتے ہیں آپ یہ جدہ اور مدینہ کا راستہ جسے طریق الجبر تین کہتے ہیں جو مکہ سے آگے جا کر ملتا ہے تو یہ ہی طریق المدینہ، یہ وہی راستہ تھا اس لیے اس کو کہتے ہیں طریق الجبر تین۔ تو آپ دیکھیں کہ کتنا دور سفر ہوا، اس طرف آئے پھر جا کر مدینہ گئے اور قریش اس راستے سے واقف نہیں تھے، یہ چھپا ہوا راستہ تھا اور عبد اللہ بن اریقط اس راستے کو جانتا تھا۔ بہر حال، تو اس راستے کی طرف آئے اور قریش جب گھر کی طرف روانہ ہوئے اور نبی کریم ﷺ کا باہر انتظار کیا کہ باہر نکلیں گے اور ہم وار کریں گے تو نبی کریم ﷺ وہاں سے نکلے اور اپنی جگہ پر سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کو حکم دیا کہ آپ میری جگہ پر ٹھہریں رات کو اور وہاں سے نبی کریم ﷺ چلے گئے اور ان کو نظر بھی نہیں آئے، یہ معجزہ تھا نبی کریم ﷺ کے لیے اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ سو رہے ہیں، باہر انتظار کر رہے تھے ۔ جب ان کا انتظار ختم ہوا اور وہ تنگ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہم خود داخل ہو کر وار کرتے ہیں اور قتل کر دیتے ہیں، جب اندر داخل گئے تو دیکھا کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سو رہے تھے لیٹے ہوئے تھے ان کی جگہ پر۔ تو اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ کی حفاظت فرمائی۔

نبی رحمت ﷺ نے تین دن غار ثور میں وقت گزارا، وجہ یہ تھی کہ کافر قریب پہنچ چکے تھے اور انہوں نے اپنے جیالوں کو ہر طرف بھیج دیا۔ ان کے جو جوان تھے تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر، اور قریش کے آپ جانتے ہیں کہ قریش کے جو جیالے تھے جوان تھے وہ بہت تیز تھے جنگ میں سب سے آتے ہوتے تھے، تو جب سو اونٹ کی بھی خوش خبری ملی انہیں تو وہ اور بھی اس کام کے لیے کوشاں ہو گئے اور سب سے آگے تھے۔ تو نبی رحمت ﷺ کو خبر دینے کے لیے عبد الرحمٰن بن ابی بکر ؓ آتے تھے سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے بڑے بیٹے۔ رات کو نکلتے تھے اور آکر خبر دیتے تھے کہ قریش کیا کر رہے ہیں ۔ تو نبی رحمت ﷺ جب غار ثور کی طرف آئے تو وہاں پر غار میں بیٹھ گئے کیوں کہ کافر قریب پہنچ چکے تھے۔ اور یہ جو قصہ ہے کہ وہاں پر جال تھا اور وہاں پر کبوتر نے انڈے دیئے تھے، یہ سارے جو قصے ہیں یہ یاد رکھیں کہ یہ صحیح نہیں ہیں ان کی کوئی سند نہیں ہے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کی آنکھوں سے چھپا دیا، یہ معجزہ تھا نبی کریم ﷺ کا اور دلیل یہ ہے جو مشہور روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی، اگر وہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف دیکھ لیں یعنی اگر کسی نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھ لیا تو ہم بالکل سامنے ہیں۔ غار ایسے نہیں تھی جیسے ہم دیکھ رہے ہیں، غار کے اندر جا کر نیچے ایک حصہ تھا اس کے اندر بیٹھے ہوئے تھے، نیچے اور غار اتنی بڑی بھی نہیں تھی تو سیدنا ابو بکر صدیق ؓ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اگر اپنے پاؤں کی طرف دیکھ لیں تو ہم تو بالکل نیچے ہیں لیکن نیچے کسی نے دیکھا نہیں وہ اوپر ہی تھے اور سامنے ڈھونڈ ڈھونڈ کر سامنے سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے معجزے سے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اور سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کو وہاں سے نجات دی۔

سیدنا ابو بکر صدیق ؓ جب غار میں داخل ہوئے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ کافی سوراخ ہیں غار کے اندر تو اپنا جو تہبند تھا اور جو کرتا تھا اس میں سے کپڑا اپھاڑ پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا، ان کی پوری قمیض ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور کوئی چیز نہ رہی دو چھوٹے سوراخ رہ گئے تھے تو اپنے دونوں پاؤں ان دونوں سوراخوں میں رکھ دیئے اور پھر نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ! آپ اندر داخل ہو جائیں یعنی جانے سے پہلے خود صفائی کی یعنی اگر اس میں کوئی زہریلا جانور بھی ہو یا اس میں کوئی مشکل بھی ہو تو میں اس کا سامنا کروں اور پیارے نبی ﷺ محفوظ رہیں۔ جب بیٹھ گئے، نبی رحمت ﷺ تھکے ہوئے تھے تو اپنا گال مبارک سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی ران پر رکھا، تھوڑی دیر کے بعد کسی زہریلے جانور نے سانپ نے یا بچھو نے اپنے اس گھور سے نکلنا تھا اور راستہ بند تھا تو جانور کیا کرتا ہے؟ بدلہ لیتا ہے کہ نہیں؟ اس کا راستہ بند تھا اس نے تو نکلنا تھا تو اس نے ڈس لیا، سیدنا ابو بکر صدیق ؓ اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ آج چیونٹی ہمیں کاٹ لے تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے اور زہریلا جانور ڈس رہا ہے اور اپنی جگہ سے ہلے نہیں، درد اتنا شدید ہوا کہ آنکھوں سے

آنسو جاری ہوگئے۔ کبھی مرد کو دیکھا ہوا ہے روتے ہوئے درد کی وجہ سے ؟ اتنا شدید درد تھا کہ وہ رونے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جب آنکھوں سے آنسو ٹپکے تو نبی کریم ﷺ کے گال پر آنسو آ کر لگے، نبی رحمت ﷺ کی آنکھ کھلی اور دیکھا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رو رہے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے سوال کیا کہ کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے عرض کی" فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ" اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ تو نبی رحمت ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کے پاؤں پر جہاں پر جانور نے ڈسا تھا وہاں مل دیا اسی وقت درد جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی وقت تندرست ہو گئے لیکن اس زہر کا اثر رہ گیا تھا اور علماء یہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی وفات بھی اسی زہر کی وجہ سے ہوئی تھی، سبحان اللہ۔ اس کے بعد جب راستہ صاف ہوا تو نبی کریم ﷺ باہر نکلے، راستے میں جاتے جاتے ظاہر ہے کہ پیاس لگتی ہے سفر میں تھے سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو جانور چراتے ہیں اس کی طرف گئے اور یہ پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو دودھ دیتی ہے۔ اور عرب میں مہمان نوازی بہت مشہور تھی آپ جانتے ہیں۔ تو گئے اور پہلے بکری کے تھنوں کو دھویا، ادب دیکھیں۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جو عرب ہیں ناں اسلام میں صفائی نہیں ہے، یہ لوگ hygiene نہیں جانتے تو سب سے پہلے پانی سے دھویا پھر برتن میں دودھ کو نکالا پھر اس برتن کو پانی میں رکھا ٹھنڈا کرنے کے لیے۔ پہلے گئے اور ایک جگہ بنائی نبی کریم ﷺ کے لیے، جگہ کو ہموار کیا درخت کے نیچے، ایک چھوٹا سا درخت تھا اس کے سائے کے نیچے۔ جب جگہ ہموار کی نبی کریم ﷺ وہاں پر بیٹھے، خود گئے وہاں پر دیکھنے کے لیے پھر دودھ ٹھنڈا کر کے نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا اور نبی رحمت ﷺ نے دودھ پیا اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے دودھ پیا۔ اس طریقے سے پھر راستہ طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچے اور اس طریقے سے ہجرت پوری ہوئی۔ یہ تھی ہجرت نبی کریم ﷺ کی۔

اب آتے ہیں ہجرت کی چند باتیں جو ہجرت کے متعلق بات ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں "والهجرة ، الإنتقال من بلد الشرك إلى بلد الإسلام" اور ہجرت کا مطلب ہے شرک کے ملک کو چھوڑ کر اسلام کے ملک کی طرف جانا۔ شرک کو ترک کر کے توحید کی طرف جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔ یہ شرعی اصطلاح میں ہے۔ تو ہجرت لغت میں کسے کہتے ہیں؟ کسی چیز کو چھوڑنے میں یا ترک کرنے کو ہجرت کہتے ہیں۔ اور لفظ ہجرۃ کیا ہے؟ کسی سے منہ موڑنا، کسی کو چھوڑنا، ہجر کرنا۔ اردو میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے "ہجر" تو ہجرت بھی یعنی کسی چیز کو چھوڑ دینا اور ہجرت کا عام مفہوم ہے کہ کسی چیز کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھوڑ دینا اور خاص جو شیخ صاحب نے یہاں پر بیان کیا ہے کہ شرک کے ملک کو چھوڑ کر توحید اور اسلام کے ملک کی طرف جانا، اسے کہتے ہیں ہجرت یہ تعریف ہے ہجرت کی۔

صحابہ کرام [نے بھی ہجرت کی ہے، نبی رحمت ﷺ نے سب سے آخر میں ہجرت کی، اس سے پہلے صحابہ کرام [نے ہجرت کی ہے۔ ہجرت میں جو سب سے بڑا درس ہے یاد رکھیں وہ ہے قربانی کا۔ ہمیں لگتا تو یوں ہے کہ ہجرت کرنا بہت آسان ہے سفر ہے صرف یا سفر کی مشقتیں ہیں۔ نہیں، سفر کی مشقتیں سب سے آخر میں ہیں اس سے پہلے جو مشقتیں ہیں وہ اس سے بہت زیادہ بڑی ہیں۔ ہجرت کا مطلب ہے اپنے گھر کو چھوڑنا، اپنے مال و دولت کو چھوڑنا، اپنی زمین ہے یا اپنا جو کچھ بھی ہے جو بھی سرمایہ ہے اس سب کو چھوڑنا، اپنے بیوی بچے بھی چھوڑنا اگر ضرورت پڑی تو یعنی آپ نکلیں گے صرف کپڑوں میں۔ سب کچھ قربان کر کے نکلنا اور اس سے بڑی بات جو ہے کہ نئی جگہ پر کوئی آپ کو جاننے والا نہیں۔ اس جگہ میں سیدنا عمر بن خطاب ؓ کو لے لیں آپ، سردار تھے سرداروں میں سے۔ اپنی اس پوزیشن کو چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے یعنی انسان اپنا مال بھی چھوڑ سکتا ہے کسی وجہ سے لیکن اپنی پوزیشن کو چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آج کل لوگ تو گردن کٹا دیتے ہیں اپنی اس پوزیشن کے لیے۔ تو سیدنا عمر بن خطاب ؓ کا ایک قصہ میں بیان کرتا ہوں ہجرت میں۔ جب سیدنا عمر بن خطاب ؓ کو حکم ملا کہ ہجرت کرنی ہے تو اپنے گھر سے نکلے اور جو کچھ مال اٹھا سکتے تھے اٹھا لیا۔ راستے میں ان کے دو

دوست تھے جو مسلمان ہو چکے تھے ہشام بن عاص اور دوسرے تھے عیاش بن ربیعہ اور تینوں نے یہ فیصلہ کیا کہ فلان جگہ پر ہم ملیں گے اگر ہم میں سے کوئی شخص نہ آیا تو ہمیں پتہ چلے گا کہ اس کو کسی نے پکڑ لیا ہے تو فلان وقت ہم نے فلان جگہ پر پہنچنا ہے چنانچہ ہشام بن عاص کو تو پہلے سے پکڑ لیتے ہیں، ان کو پکڑ کر باندھ لیتے ہیں اور مار مار کر ان کا بُرا حال کرتے ہیں اور انہیں دو راستے دکھاتے ہیں یا تو مرتد ہو جاؤ یا سزائے موت ہے اور وہ مرتد ہو جاتے ہیں ہشام بن عاص اور باقی دو سیدنا عمر بن خطاب عیاش بن ربیعہ ω چلے جاتے ہیں۔ اب مدینے کی طرف جا رہے ہیں، ابو جہل کو پتہ چلا کہ عیاش بن ربیعہ چلا گیا ہے اور عیاش بن ربیعہ T اور ابو جہل دونوں رضاعی بھائی تھے، ایک ماں نے دونوں کو دودھ پلایا۔ ابو جہل ایک اور ساتھی کو لے کر ان کے پیچھے چلا گیا کہ ان کو پکڑوں کسی طریقے سے راستے سے واپس لے کر آؤں تو جاتے جاتے ان کو ایک جگہ پر مدینہ سے پہلے ملے اور عیاش بن ربیعہ اور سیدنا عمر بن خطاب ω دونوں کو دعوت دی کہ واپس چلو آپ کو میں جو مال چاہیے وہ دیتا ہوں۔ سیدنا عمر بن خطاب T نے انکار کیا بڑی سختی سے اور فرمایا کہ مال وہی ہے جو میں چھوڑ کر آیا ہوں مجھے آپ اور کون سا مال دینا چاہتے ہو، جو کچھ ہمارا تھا ہم سب کچھ چھوڑ کر آئے ہیں مجھے تیرے کسی مال کی ضرورت نہیں۔ جب انہوں نے عزم دیکھا کہ سیدنا عمر بن خطاب T نہیں آنا چاہتے تو اپنے بھائی کی طرف رخ کیا اور عیاش بن ربیعہ T کو یہ کہا کہ دیکھو ہماری ماں نے قسم کھائی ہے یعنی جنہوں نے دودھ پلایا تھا کہ وہ کبھی چھاؤں تلے نہیں بیٹھے گی یعنی دھوپ میں بیٹھی ہے اس دن سے جس وقت سے آپ مکہ سے نکلے ہو اور کبھی کنگھی نہیں کرے گی اگر دھوپ میں بیٹھے بیٹھے مر گئی تو سارے لوگ یہ کہیں گے کہ تیری وجہ سے مری ہے اور میرے پاس اتنا مال و دولت ہے تو میرے ساتھ چلو اپنی ماں کو بھی راضی کرو اور مجھ سے یہ مال بھی لے لو۔ تو عیاش بن ربیعہ T نے سب سے پہلے دیکھا عمر بن خطاب T کی طرف تو سیدنا عمر بن خطاب T نے فرمایا میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں اس جھوٹے کی بات کو نہ ماننا۔ عیاش بن ربیعہ T نے کہا کہ دیکھو میری ماں ہے مجھے دودھ پلایا ہے اس نے دھوپ میں ایسے ہی مر جائے گی تو سیدنا عمر بن خطاب T نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جب اسے دھوپ کا سیک لگے گا تو وہ ضرور جائے گی چھاؤں تلے اور جب اس کے سر میں جوئیں پڑیں گی تو ضرور کنگھی بھی کرے گی وہ، یہ تو سب ایک بہانہ ہے آپ کو واپس کرنے کے لیے۔ کون دھوپ میں کسی کے لیے اتنا وقت گزار سکتا ہے۔ تو ابو جہل نے کہا کہ نہیں وہ واقعی مر ہی جائے گی۔ تو عیاش بن ربیعہ T کا دل تھوڑا سا نرم ہوا اور پھر یاد آئی کہ میں پیچھے کچھ مال بھی چھوڑ کر آیا ہوں کچھ گھر والے بھی ہیں تو سیدنا عمر بن خطاب T سے کہا کہ دیکھو میں جانا چاہتا ہوں آپ کا کیا مشورہ ہے۔ انہوں نے کہا مشورہ تو میں دے چکا ہوں کہ آپ نے جانا نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ نہیں میرا مال بھی ہے میں ایسا کرتا ہوں کہ مال بھی لے کر آؤں گا جو مسلمانوں کے کام آئے گا، سارا مال جو میرا باقی ہے، مجھے ابو جہل خود کہہ رہا ہے کہ ہم تمہیں روکیں گے نہیں صرف ماں کو جا کر مل لو ہماری ماں مر جائے گی، ماں کو راضی کر لو پھر چلے جاؤ واپس اور جو تمہارا مال ہے تمہیں روکیں گے نہیں کیوں کہ قریش نے یہ بھی شرط رکھی کہ جو جانا چاہتا ہے اپنا سارا مال حوالے کر کے جائے گا تو کچھ لوگ چھپ کر گئے اور کچھ لوگ مال حوالے کر کے چلے گئے۔ تو سیدنا عمر بن خطاب T نے فرمایا کہ دیکھو ربیعہ تمہیں اگر مال چاہیے ناں تو جو کچھ میرا ہے آدھا آدھا ہے، جو کچھ میرا ہے میرے پاس ہے وہ آدھا آپ کا ہے اور آدھا میرا ہے لیکن واپس نہ جاؤ۔ اس نے پھر وہی کہا (شیطان خون میں دوڑتا ہے ناں) کہ نہیں بھئی دیکھو والدہ کو بھی راضی کروں گا اور مال بھی آ جائے گا۔ جب عمر بن خطاب T نے دیکھا کہ بات نہیں بننے والی تو انہوں نے کہا کہ دیکھیں یہ میری سواری ہے یہ بہت تیز ہے اسی اونٹنی پر بیٹھنا (اور اپنی سواری دے دی) اور اس سے کبھی اترنا نہیں، مکہ کے اندر داخل ہوتے ہی اگر آپ کو محسوس ہو کہ یہ کچھ غداری کرنا چاہتے ہیں تو جلدی سے اس کو مدینہ کی طرف موڑ کر مدینہ کی طرف رُخ کرنا اور پیچھے نہیں دیکھنا اس کو کوئی مل نہیں سکتا یہ ایسی سواری ہے میری، یہ میری سواری لے لو۔ سواری لے گئے اب راستے میں جاتے جاتے ابو جہل کو پتہ تھا کہ یہ سواری بہت تیز ہے اور واقعی اگر یہ بھاگ جائے تو اسے پکڑ کوئی نہیں سکتا تو جب مکہ کے قریب پہنچے تو ابو جہل نے کہا کہ بھئی میری جو سواری ہے ناں یہ

مجھے بہت تنگ کر رہی ہے ذرا تھوڑا سا میں اس سواری پر سوار ہو کر دیکھنا چاہتا ہوں، بھئی کتنی خوبصورت ہے آپ کی جو سواری ہے تو مجھے بھی راحت مل جائے گی۔ اب جب اتنا لمبا سفر کر لیا تو دوستی بھی ہو جاتی تھوڑی سی ناں قریب ہو جاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جی۔ انہوں نے سواری سے اترنا تھا اور ابو جہل کے اونٹ پر بیٹھنا تھا تو جلدی سے دونوں نے پکڑ کر ان کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے، ہاتھ باندھ کر پکڑ کر انہیں مکہ کے شہر کے اندر داخل کر دیا اور داخل ہوتے ہی انہیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور انہیں بند کر دیا اور انہیں بھی یہ ہی دو راستے دکھائے یا موت ہے یا مرتد ہو جاؤ۔ ارے میرے بھائی، ابھی تو میں تیرا رضاعی بھائی تھا کوئی یہاں پر بے چارگی نہیں ہے، یہاں پر اسلام اور کفر کی بات ہو رہی ہے۔ ہماری ماں کہاں ہے؟ ارے ماں تو ایک ڈرامہ تھا وہ تو ایک ذریعہ تھا آپ کو پکڑنے کے لیے۔ تو جب ان کو مارا اور پیٹا تو وہ بھی مرتد ہو گئے۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے خط لکھا نبی کریم ﷺ کو، یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی، ہماری کوئی توبہ بھی ہے کوئی معافی بھی ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے خاموشی اختیار کی۔ جواب اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے دیا﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر/53) توبہ کے بعد کوئی گناہ، گناہ نہیں رہتا شرک بھی معاف، کفر بھی معاف توبہ کے بعد۔ (ان کو کہہ دیجئے اے میرے پیارے نبی ﷺ! (کس کو کہہ دیجئے؟ میرے بندوں کو اگر کفر اور شرک کیا ہے تو ہیں تو میرے ہی بندے کہاں جائیں گے) میرے وہ بندے جنہوں نے اپنے نفس پر اسراف کیا اپنے نفس کو تکلیف دی، حد سے بڑھ گئے اپنے نفس کو تکلیف میں ڈالنے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہونا بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ توبہ کے بعد ہے توبہ کے بعد شرک بھی معاف ہے۔ تو سیدنا عمر بن خطاب τ نے جلدی سے خط لکھا اور اپنے ساتھیوں کو یہ جواب دیا کہ تمہاری توبہ قبول ہے اور تم نے آنا ہے تو آجاؤ۔ چنانچہ وہ مدینہ کی طرف جاتے ہیں اور پھر سے کلمہ پڑھ لیتے ہیں اور ان کی معافی اللہ تعالیٰ قبول فرما دیتا ہے۔

تو یہ دیکھیں یہ ایک چھوٹا سا قصہ ہے ہجرت میں کہ کتنی مشکل سے اور کتنی شدت سے انہوں نے ہجرت کی اور ابو سلمہ τ اور اُم سلمہ ρ کا قصہ بھی مشہور ہے کہ وہ ان کا بیٹا اور اُم سلمہ ρ جا رہے تھے تو راستے میں مشرکین نے پکڑ لیا۔ لڑکے والے ابو سلمہ τ کو لے گئے اور لڑکی والے اپنی بیٹی کو لے گئے۔ اب دونوں کو الگ الگ کر رہے ہیں تو بیٹا بیچ میں ہے بے چارا، بیٹے کو پکڑا ہوا ہے چھوٹا سا بچہ تھا بے چارا۔ ظالموں نے اتنی شدت سے ان کو کھینچا کہ ان کا بازو اُتر گیا ہڈی سے الگ ہو گیا۔ اب چھوٹا بچہ کہاں برداشت کرتا ہے اور سیدنا ابو سلمہ τ وہ کسی ذریعے سے نکل کر بھاگ کر چلے گئے لیکن اُم سلمہ ρ بعد میں جب ان کی وفات ہو گئی تو وہ نبی کریم ﷺ سے شادی کرتی ہیں وہ پورا سال انتظار کرتی ہیں۔ گھر والے اتنے سخت تھے کہ ان کو جانے نہیں دیا تو ایک سال کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ ہم مجبور ہو چکے ہیں نہ کھانا ہے، نہ پینا ہے یعنی روزانہ باہر نکل کر دیکھتیں کہ کہیں مجھے لے جانے کے لیے آتو نہیں رہے، ان کے والدین ان سے تنگ آ گئے اور آخر اجازت دی کہ بھئی جاؤ ہم آپ کا کچھ نہیں کر سکتے۔

ہجرت کی تعریف میں بیان کر چکا ہوں، شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہجرت کا حکم کیا ہے؟ فرض ہے واجب ہے ہر اس شخص پر جو مستطیع ہے ہجرت کرنے سے۔ دلیل ابھی آگے آ رہی ہے ساری۔ شیخ صاحب نے جو فرمایا ہے کہ شرک کے ملک کو چھوڑ کر اسلام کے ملک کی طرف آنا۔ اب شرک کا ملک کیسے ہیں؟ "بلد الشرك" کیا ہوتا ہے؟ جس میں کفر کے شعائر واضح اور نمایاں ہوں اور اسلام کے شعائر سے منع کرنا ہو عام طور پر۔ عام طور پر اس لیے کہا 32:01 اور عام طور پر کہ آذان بھی نہ ہو، آذان دینے کی اجازت نہیں ہے، نماز باجماعت کی اجازت نہیں ہے، عیدین کا پتہ نہیں ہے کہ عید ہے کہ نہیں ہے۔ عیدین کی اجازت نہیں ہے اور جمعہ کی اجازت نہیں ہے۔ یہ شریعت کے ظاہری امور ہیں، جس ملک میں ان چیزوں کی اجازت نہ ہو وہ کفر ملک ہے اور جس ملک میں اجازت ہو تو وہ کفر ما ملک نہیں ہے۔ یعنی اس کی دلیل کسی کو آتی ہے؟ نبی کریم ﷺ جب حملہ کرتے کسی قوم پر اور آذان

سنتے فجر تک انتظار کرتے اگر آذان کی آواز سنتے تو حملہ نہ کرتے اگر آذان کی آواز نہ سنتے تب حملہ کرتے۔ تو دارالکفر اور دارالاسلام کی جو پہچان ہے اسی چیز سے ہوتی ہے کیوں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں (اور یہ بہت بڑی غلطی ہے) کہ پاکستان دارالکفر ہے، نعوذ باللہ۔ یہ بات درست نہیں ہے کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ جب اسلامی شریعت کا نفاذ نہیں ہوتا اس ملک میں تو یہ دار الحرب ہے دار الاسلام نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا بیمہ پالیسی والے تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ میں سعودی عرب سے گیا ہوا ہوں اور یہاں سے اور میں میڈیکل میں پڑھتا تھا اس زمانے میں تو اسے کوئی میرا کلاس فیلو لے کر آیا تھا وہ آکر مجھے کہتا ہے کہ آپ نے بھی بیمہ پالیسی کرنی ہے لائف کی یا انشورنس یا اپنے گھر کی کرنی ہے جو کچھ بھی ہے۔ تو میں نے اسے دو ٹوک جواب دیا، میں نے کہا کہ دیکھو اگر فلاں عالم ہے اس کی طرف جائیں اور وہ فتویٰ دیتا ہے تو ٹھیک ہے۔ میرا ابتدائی دور تھا طالب علمی کا بلکہ یعنی ابھی میں نے پہلا قدم شاید رکھا تھا۔ تو اس شخص نے کیا کیا کہ اس کی طرف نہیں گیا جس کی طرف میں نے اسے بھیجا بلکہ کسی اور کی طرف گیا اور اپنی ڈائری کے اوپر اس نے فتویٰ لکھا اس پر مہر بھی لگی ہوئی تھی مجھے آج تک یاد ہے۔ اس نے لکھا کیوں کہ پاکستان دار الحرب ہے تو اس ملک میں بیمہ پالیسی، انشورنس اور دیگر چیزیں جو ناجائز ہیں، وہ جائز ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیوں، وجہ کیا ہے؟ کیوں کہ پاکستان دار الحرب ہے۔ پہلے تو میں نے کہا کہ آپ ان کی طرف کیوں نہیں گئے جن کی طرف میں نے بھیجا تھا؟ کہتا ہے کہ وہ تھا نہیں۔ مگر میں نے اس کی طرف تو نہیں بھیجا، اس مہر لگانے کے آپ نے کتنے پیسے دیئے؟ تو وہ ہنسنے لگا، پچاس روپے۔ اس زمانے میں پچاس روپے میں یہ فتویٰ ملا اسے۔ میں نے اس سے کہا کہ دیکھو یہاں پر لکھا ہے دار الحرب، اس کا مطلب ہے کہ زنا بھی جائز ہے دارالحرب جو ہے اور اس ملک میں سود بھی جائز ہے۔ مجھے بتائیں کہ اگر اسی کلیے پر ہم چلتے رہیں تو خانہ جنگی ہو گی کہ نہیں؟ کس کی عزت محفوظ رہے گی؟ دار الحرب میں تو پھر جنگ ہی ہوتی ہے ناں اور کیا ہوتا ہے، خانہ جنگی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو میں بھی آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس راستے کو چھوڑ دو۔ مجھے نہیں پتہ کہ اس نے اس ایک فتوے سے کتنے لوگوں کو گمراہ کیا ہو گا اور کتنے لوگوں کو اس نے پھنسایا ہو گا۔ تو یاد رکھیں کہ جس ملک میں اسلامی شریعت کی جو ظاہر چیزیں ہیں اگر وہ ظاہر ہیں ان سے منع نہیں کیا جاتا تو وہ دارالاسلام ہی ہے۔ یہ میں نے کیوں کہا کہ "عام طور پر"؟ کیوں کہ کچھ ایسے ملک ہیں جہاں پر نماز کی اجازت ہے کہ نہیں؟ آپ انڈیا میں نماز پڑھتے ہیں کہ نہیں؟ آذان کی اجازت ہے؟ نہیں ہے تو وہ ملک دار الکفر ہے کیوں کہ اس ملک میں اجازت نہیں ہے نہ تو آذان کی، نہ جمعہ کی، نہ اعیاد کی، تو یہ دار الکفر ہے۔ کیوں کہ مسلمان جتنا بھی گراہوا ہو وہ ان چیزوں سے منع نہیں کر سکتا یاد رکھیں الا یہ کہ اس کے دل میں کفر اتنی جگہ کر چکا ہو کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہو پھر تو وہ آذان سے منع بھی کر سکتا ہے، اور چیزوں کو منع بھی کر سکتا ہے تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو شریعت کے مسائل ہیں مثال کے طور پر زکوٰۃ ہے، روزہ ہے، حج ہے، یہ جو چیزیں ہیں ان کی چھٹی ہوتی ہے، عیدین کی چھٹی ہوتی ہے، جس ملک میں یہ چیزیں نہ ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے ہی نہیں۔ آپ کسی مسلمان ملک میں جائیں عید میں چھٹی ہوتی ہے کہ نہیں؟ یہ الگ بات ہے کہ شرکیہ عقائد ہیں یا جو کچھ بھی ہیں لیکن عید کی چھٹی ہوتی ہے، جمعہ کی نماز ہوتی ہے، آذان ہوتی ہے اور آذان جروری نہیں کہ اسپیکر میں آذان ہو، اسپیکر میں ہو تو اچھی بات ہے، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسپیکر میں نہ ہو لیکن آذان ہوتی ہے اور اوپر کھڑے ہو کر آذان دیتے ہیں اور لوگ آذان سنتے ہیں اور جاتے ہیں تو یہ دارالکفر اور دار الاسلام کا فرق ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

ہجرت کب تک ہے، وقت کیا ہے ہجرت کا؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں "والهجرة فريضة على هذه الأمة من بلد الشرك إلى بلد الإسلام ، وهي باقية إلى أن تقوم الساعة "اور ہجرت تا قیامت ہے کیوں کہ ایک روایت میں آیا ہے "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ" کہ فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے۔ کچھ لوگوں نے سمجھا کہ ہجرت کرنا جائز نہیں ہے اب بس، فتح مکہ ہو گیا اب ہجرت جائز نہیں ہے۔ یہ

بات درست نہیں ہے بلکہ دوسری حدیث میں جو شیخ صاحب آگے یہاں پر بیان کرتے ہیں "لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّي تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ ، وَلاَ تَنْقَطِعُ التّوْبَةُ حَتّى تَطْلُعَ الشّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا" یہ ابوداود کی روایت ہے اور صحیح الجماع میں یہ روایت موجود ہے۔ آگے میں بیان کروں گا یہ، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تا قیامت ہجرت جائز ہے۔

دو تین مسائل ہیں جو بیان کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کیوں کہ ہمارے بعض ساتھی جو باہر ملک میں رہتے ہیں تو باہر ملک میں رہنے کے چند ضوابط ہیں۔ کفر کے ملک کی طرف سفر کرنے کا حکم کیا ہے؟ یہ سفر کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے؟ جواب ہے کہ جائز ہے شرطوں کے ساتھ، شرطیں اگر یہ نہیں ہیں تو جائز نہیں ہے:

1۔ پہلی شرط ایسا علم ہو اس شخص کے پاس جس سے وہ شبہات کا رد کر سکے، غلط فہمیوں کا رد کر سکے۔

2۔ ایسا ایمان اور دین ہو اس کے دل کے اندر جس سے وہ شہوت کو روک سکے، شہوت سے دور ہو سکے۔

اس ملک میں یا تو شبہات ہیں اور یا شہوت ہے۔ بدکاریوں سے رکنا۔ کیسے رکے گا جب ایمان ہی نہیں، جب دین ہی اتنا پختہ نہیں تو کیسے رکے گا وہ۔ شراب عام ہے، زنا عام ہے، حرام خوری عام ہے۔ تو اس سے بچنے کے لیے سب سے پہلے اپنے ایمان کی بڑھوتری کرو اور تربیت اپنے آپ کو دو تاکہ آپ کے دل میں اتنا ایمان ہو جس سے آپ اس شہوت سے بچ سکیں۔

3۔ اس سفر کے لیے محتاج ہو، ضروری ہو اس کے لیے، حاجت ہو اس کو اس سفر کے لیے یعنی مریض ہے اور علاج کے لیے جانا ہے اس نے یا اس نے علم حاصل کرنے کے لیے جانا ہے۔ ڈاکٹر ہے، انجینئرنگ، یا کوئی بھی شعبہ اگرچہ دنیا کا ہی ہو لیکن اس میں فائدہ ہونا چاہیے۔ یعنی ایک مسلمان ہے جس سے جس سے ملک کو فائدہ ہو اور جس سے اُمت کو بھی فائدہ ہو وہ تو ٹھیک ہے اور یا دعوت کے لیے جا رہا ہو دین کی دعوت کے لیے۔

یعنی جانے کی کوئی وجہ ہو کوئی ضرورت ہو اس کے لیے تو یہ تین شرطیں ہیں۔ یہ سفر کی شرطیں ہیں، جس نے سفر کرنا ہے تو اس کو یہ جاننا چاہیے کہ ان چیزوں پر اچھی طرح عمل کرے پھر وہ جا سکتا ہے۔ علم حاصل کرے علماء سے بنیادی علم۔ توحید کے علم کا ہمیں پتہ ہی نہیں کہ توحید کا علم کیا ہے۔ وہاں پر Christianity جو ہے ان کی Missionary بہت تیز ہے کسی کو بھی پاگل بنا سکتے ہیں اور جتنے اکثر لوگ یہاں سے گئے ہیں اگر وہ Christian نہیں ہوئے لیکن اسلام سے بالکل دور ہیں، واپس آتے ہیں اور اپنے ماں باپ کی قدر تو دور کی بات ہے ان کو اللہ کے گھر کی قدر نہیں ہے، قرآن کی قدر نہیں ہے۔ تو یہاں سے جانے سے پہلے آپ تیار کر کے بھیجیں اپنے بچوں کو تو پھر ان شاء اللہ آسانی ہو گی۔ تو وہاں پر رہنے کی جو شرطیں ہیں۔ آپ وہاں پر پہنچ گئے اب سفر کر لیا اس میں شرطیں تھیں، اب وہاں پر رہنے کے بعد اسے محسوس ہوا کہ میرے لیے مشکل ہے، اب اس کے لیے اور تین شرطیں ہیں وہاں پر رہنے کے لیے:

1۔ کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کر سکے اس ملک میں۔ اس کا دین محفوظ ہے کہ نہیں؟ یعنی وہ نماز پانچ وقت ادا کر سکتا ہے با جماعت؟ وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟ کیوں کہ وہاں پر Timings تو وہی ہیں۔ نماز کا وقت ہے اور آپ نے shop میں کام کرنا ہے۔ بھئی چھٹی نہیں ہے؟ چھٹی نہیں ہے۔ تم مسلمان ہو ہم نہیں جانتے، Duty is duty۔ اگر آپ نماز نہیں پڑھ سکتے ٹائم پر، روزے کے لیے آپ پر مشقت ہے، بھئی مجھے تو افطاری کرنی پڑے گی۔ تو دین تو جا رہا ہے کہ نہیں؟ تو اگر دین کی حفاظت نہیں کر سکتے تو وہاں پر رہنا جائز نہیں۔

یہ دین کی حفاظت کیسے ہو گی؟ علم، ایمان اور عظیمت سے۔ آپ کے اندر ایک عظیمت ہونی چاہیے، ایک پختگی ہونی چاہیے کہ میں ان شاء اللہ یہ کروں گا۔ محنت سے سب کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بعد۔

2۔ ان سے محبت نہیں کرنی کسی صورت میں۔ آپ کا Boss ہے، آپ کے ساتھ کام کرتا ہے، colleague ہے، محبت کافروں سے کسی صورت میں جائز نہیں۔ حسن اخلاق سے وہ پیش آتے ہیں آپ بھی پیش آئیں یہ انصاف ہے لیکن ان سے دلی محبت جائز نہیں ہے۔ دوستی، colleague ہے آپ کا دل سے محبت آپ اس سے نہیں کرسکتے، دل میں کافر کے لیے بغض ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اگرچہ ہم ان کے ساتھ مصافحہ بھی کرتے ہیں بیٹھتے بھی ہیں اور ایک ٹیبل پر ہم کھاتے بھی ہیں لیکن دل سے محبت نہیں ہے۔ دل سے محبت کی بات کیوں کر رہا ہوں میں ؟ اگر مسلمان آپ کا بھائی ہے جو آپ کا دوست نہیں ہے وہاں پر، یہ کافر آپ کا دوست ہے، اس کا جھگڑا ہوا آپ کے مسلمان بھائی سے تو آپ کس کی سائیڈ لیں گے ؟ اپنے اس colleague کی نہیں لیں گے آپ اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ دیں گے۔ تو یہ دل کی محبت یہاں سے واضح ہوتی ہے۔ کچھ لوگ کیا کرتے ہیں کہ نہیں، کیوں کہ یہ ہمارا دوست ہے بچپن کا، بچے سے بڑے ہوتے ہیں، یہ ہمارا کلاس فیلو ہے اور آہستہ آہستہ بڑے ہوتے ہیں تو اس کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میرا دوست کون ہے اور دشمن کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ ہی میرا دوست ہے میرا پڑوسی ہے بس اسی کے لیے سب کچھ ہے۔ تو دل کی محبت جائز نہیں ہے۔

3۔ اپنے دین کو ظاہر کرسکے، دین کو چھپا کر رہنا جائز نہیں۔ یعنی ایک شخص ہے ایک ایسی جگہ پر رہتا ہے کافر ملک ہے وہ مسلمانوں کو job نہیں دیتے، مثال کے طور پر۔ تو یہ چھپ کر وہاں جاتا ہے یا ان کی یہ شرط ہے کہ آپ یہاں پر نماز نہیں پڑھو گے اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو اپنے دین کو ظاہر نہیں کر سکتا وہ یا کچھ ایسی جگہیں ہیں کچھ ایسی States ہیں جہاں پر مسلمان کو ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ بھئی یہ گئی گزری قوم ہے، یہ کالے ہیں، یہ فلان ہیں، یہ فلان ہیں تو اس condition میں بھی اگر دین کو ظاہر نہ کرسکے آسانی سے تو اس ملک میں نہ رہے۔ دین کو ظاہر کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ روڈ پر اسپیکر اٹھا کر آذان دیتے رہو، یہ مطلب نہیں ہے میرا۔ دین کو ظاہر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ پر عبادات فرض ہیں آپ ان فرائض کو بہترین طریقے سے ادا کرسکیں اور جو لوگ وہاں پر رہتے ہیں وہ جانتے ہیں۔ میرا خیال کہ مسجد میں اگر آپ جاتے ہیں تو کوئی آپ کو روکتا ہے ؟ اگر آپ خود کچھ نہیں کرتے۔ ہاں پچھلے دنوں میں کچھ مسائل ہوئے تھے چند سال پہلے جب بم بلاسٹ ہوئے تھے اور خودکش حملے ہوئے تھے تب تھوڑی سی دقت تھی پریشانی تھی لیکن وہ اپنی ہی کرنی تھی، جب ہمارے اپنے ہی ساتھی ایسا کام کرتے ہیں تو پھر ہر مسلمان دہشت گرد نظر آتا ہے لیکن جب ہم لوگ صحیح طریقے سے وہاں پر رہتے ہیں اور وہاں پر کسی کو کوئی تکلیف ناجائز نہیں پہنچاتے، ان لوگوں کو دنیا چاہیے وہ دنیا کے پجاری ہیں دینار اور درہم کے پجاری ہیں، ان لوگوں کو ہم سے فائدہ ہوتا ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ ان کا فائدہ رہے الا یہ کہ پھر جب ہم ان پر attack کرتے ہیں، ان کے ملک میں رہ کر ہم فساد برپا کرتے ہیں تو اس پر تو ہم مسلمان بھی راضی نہیں ہیں۔ کیا ہم راضی ہیں کہ ایک مسلمان آئے اور یہاں پر کوئی دہشت گردی کرے یا مسلمان آئے اور یہاں پر کوئی کلاشن کوف کا فائر کرے، ہم راضی ہیں اس پر ؟ تو اس پر تو مسلمان بھی راضی نہیں ہیں۔

تو یہ تین شرطیں ہیں اگر یہ نہ پائی جائیں تو کفر کے ملک میں رہنا جائز نہیں۔ کفر کے ملک میں چھ یا سات قسم کے لوگ رہتے ہیں یعنی کفر کے ملک کی طرف جانے کی وجوہات کیا ہیں ؟ کیوں لوگ جاتے ہیں ؟

1۔ دعوت کے لیے۔

2۔ کافروں کے حال دیکھنے کے لیے تاکہ دیکھیں کہ لوگ کیسے شرک اور کفر میں اور جانوروں کی زندگی بسر کرتے ہیں تو ہمارا ایمان اور مضبوط ہوتا ہے۔ ”وبضدها تتبين الأشياء“ یعنی اگر شرک نہ ہوتا تو اہل توحید کا علم نہ ہوتا، کفر نہ ہوتا تو ایمان کا پتہ نہ ہوتا تو اپنے ایمان کو مضبوط کیا ان کے حالات دیکھ کر کہ بھئی دنیا ان کے پاس ہے، خوبصورتی ہے، ظاہراً سب کچھ ہے لیکن یہ لوگ رہتے کیسے ہیں، جانوروں کی طرح رہتے ہیں کسی کی تمیز نہیں ہے۔

تو مومن کا ایمان اور تازہ ہوتا ہے اور اور مضبوطی ہوتی ہے ایمان میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی عزت دی ہے اس ایمان سے۔ توحید کی کتنی عزت ہے اور شرک کی کتنی ذلت ہے اور کفر کی کتنی ذلت ہے۔ تو یہ بھی ایک طریقہ ہے وہاں پر جانے کا۔

3۔ سفارت خانے، جو سفیر ہیں اور وہاں پر رہتے ہیں۔ ایک مسلمان ملک ہے اور ایک کافر ملک ہے، ان کا آپس میں معاہدہ ہوتا ہے تو جو سفیر ہیں یا جو بھی عملہ ان کا وہاں پر کام کرتا ہے وہ رہ سکتے ہیں وہاں پر۔ شرطیں وہی ہیں جو میں نے پہلے وہاں پر بیان کی ہیں اگر وہ شرطیں نہیں تو وہاں پر رہنا جائز نہیں ہے شرعاً۔

یعنی تین وہ اور تین یہ چھ شرطیں ہیں، یہ ان سب کے لیے ہیں اگر آپ داعیہ ہیں تو آپ کے لیے بھی یہ ہی شرطیں ہیں، یاد رکھیں۔

4۔ تجارت کے لیے۔

5۔ علاج کے لیے۔

6۔ دنیاوی علم حاصل کرنے کے لیے۔

7۔ (یہ سب سے مشکل ہے) وہاں پر رہنے کے لیے۔ لوگ جاتے ہیں رہنے کے لیے جیسے ہم یہاں آئے ہوئے ہیں اور یہاں پر رہ رہے ہیں سعودی عرب میں job کر رہے ہیں۔ رزق کمانے کے لیے یہاں پر رہتے ہیں یا کسی کے کچھ اور مقاصد ہیں۔ تو کافر ملک میں اقامت اور سکونت کے لیے رہنا جائز نہیں ہے۔ رہنے کے لیے اقامت اور اپنا گھر وہاں پر لینا کافر ملک میں یہ جائز نہیں ہے۔ جیسے ہم یہاں پر رہتے ہیں اقامہ ہے کہ نہیں آپ کا؟ اقامت ہے آپ کی یہاں پر، آپ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں، دعوت کے لیے آئے ہیں، کسی بیماری کے علاج کے لیے آئے ہیں۔ مقصد کیا ہے؟ رہنا ہے، ایسا رہنا کافر ملک میں جائز نہیں ہے۔ اس کی دلیل، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

(میں ہر اس مسلمان سے بَری ہوں جو کافروں کے ملک میں رہتا ہے)

یہ ابو داود، ترمذی کی روایت ہے اور اس کے سارے طوق ملا کر یہ صحیح روایت ہے اور ویسے بھی اس مسلمان کا دل کیسے مطمئن ہو سکتا ہے کہ وہ کفر کی بلندی دیکھے اور اسلام کی جو شرائع ہیں جو اسلام کی بنیادیں ہیں وہ اسے نظر نہ آئیں اگر کوئی اسلام کو ظاہر بھی کرنا چاہے تو اس کے لیے مشکل ہے یعنی اگر وہ مرتا ہے تو قبرستان اس کے لیے بہت مشکل ہے، نماز کے لیے اس کو کئی میل دور جانا پڑتا ہے اور سستی کی وجہ سے کبھی کبھی لوگ جاتے نہیں ہیں، job میں جہاں پر بیٹھا ہے تو اسے طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں سہنے پڑتے ہیں، کافر کے سامنے اپنا سر جھکا کر کھڑا ہوتا ہے۔ یعنی کوئی مومن دیکھ نہیں سکتا کہ کفر کی بلندی ہو اس سے زیادہ ہو اور اس کے علاوہ جو بھی فیصلے وہاں پر ہوتے ہیں جو بھی وہاں پر احکام اور حکم ہیں سارے اس میں سے ایک percent بھی شریعت کے مطابق نہیں ہے، چلو اگر ایک percent ہی شریعت کے مطابق ہوتا تو کچھ تو تسلی ہوتی کہ ایک فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہوتا ہے لیکن جب یہ چیزیں نہیں ہیں تو ایسے کافر ملک میں رہنا بہتر نہیں ہے۔

جو لوگ وہاں پر رہتے ہیں، وہاں پر سکونت اختیار کر چکے ہیں وہ کیا کریں؟ میری نصیحت یہ ہے کہ اپنا ایک ٹارگٹ بناؤ یعنی آپ وہاں پر گئے ہیں، آپ یہ سمجھیں کہ ہم تجارت کے لیے گئے ہیں۔ تاجر میں اور وہاں پر رہنے والوں میں کیا فرق ہے؟ تاجر جاتا ہے ایک مخصوص مدت کے لیے۔ اپنا کام ہوتے ہی واپس چلا آتا ہے کہ نہیں؟ تو جو لوگ وہاں پر رہتے ہیں وہ اس گناہ سے بچنے کے لیے ایک راستہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو تاجر سمجھے کہ ہم نے وہاں پر تجارت کرنی ہے اور وہاں پر ایک مخصوص مدت کے لیے ہم نے رہنا ہے، یہ ٹارگٹ ہمارا achieve ہو جائے تو اس ملک کو ہم چھوڑ دیں گے۔ اب اگر اس نیت میں موت بھی آ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہ ٹارگٹ ایک خاص مدت متعین کرنی ضروری ہے ورنہ اگر ایسے شخص کو موت آ جاتی ہے

وہاں پر اسی طریقے سے، اسی ذریعے سے جس نے وہاں پر سکونت اختیار کی ہوئی ہے تو یہ حدیث کی وعید بہت سخت ہے کہ نبی رحمت ﷺ بری ہیں ان سے۔ کسی نے گرین کارڈ لیا ہے وقتی طور پر اور اس نے دو چار سال میں واپس آنا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ کچھ ایسے اسٹوڈنٹ ہیں جن کو پانچ پانچ سال ہو گئے ہیں اور وہ پڑھ رہے ہیں وہاں پر، مقیم ہیں وہاں پر گرین کارڈ مل گیا ہے ان کو مثال کے طور پر، کوئی حرج نہیں ہے ان کی بات نہیں کر رہا ہوں میں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کچھ لوگوں نے جیسا کہ ہم یہاں پر رہتے ہیں، ہمارا گھر ہے، ہماری job ہے ہمارا سب کچھ ہے ہم یہاں پر مقیم ہیں اقامت کی وجہ ہے job کر رہے ہیں ہمارا کوئی خاص ٹارگٹ نہیں ہے ہمیں یہاں پر رہنا ہے جب یہ کہیں گے تو ہم چلے جائیں گے ہمارا اپنا کوئی ٹارگٹ نہیں ہے خاص اس طریقے سے کافر ملک میں رہنا جائز نہیں ہے۔ یہ ہی بات ہجرت کی ہو رہی ہے، شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ "والهجرة فريضة على هذه الأمة من بلد الشرك إلى بلد الإسلام" ہر مسلمان پر فرض ہے ہجرت کفر اور شرک کے ملک سے اسلام کے ملک کی طرف فرض ہے بشرطیکہ استطاعت ہو۔ آج کل ویزے کا مسئلہ ہے کون سا ملک آپ کو آنے دے گا، کون سا ملک مسلمانوں کے استقبال کے لیے تیار ہے۔ کوئی ہے؟ آج کل مشکل ہے یعنی استطاعت کی

شرط اس لیے ہے کہ آج کل جو سسٹم ہے وہ پہلے والا نہیں ہے۔ پہلے اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاتا تو سینہ تان کر چلا آتا مسلمانوں کی طرف۔ آج کل رکاوٹیں ہیں ویزا سسٹم ہے، پاسپورٹس ہیں اور سو سو سوال ہوتے ہیں کہ واقعی یہ جاسوس ہے یا نہیں ہے، یا واقعی آیا ہے یا کس طریقے سے آیا ہے تو امن و امان کو قائم کرنے کے لیے یہ چیزیں آج کل ضروری ہو گئی ہیں ورنہ تو ہر شخص جھوٹا کلمہ پڑھ کر آ جائے گا کہ میں مسلمان ہوں اور یہاں پر جاسوسی کر کے ان کو فائدہ پہنچا رہا ہے گا تو یہ چیزیں جو اگرچہ ہمیں ظاہراً لگتی ہیں کہ اچھی نہیں ہیں لیکن حقیقتاً جو پاسپورٹ سسٹم ہے یا جتنے بھی سسٹم ہیں سب اچھے ہیں، آج کل کے وقت کی یہ ضرورت بن چکی ہیں۔ آج کل آپ کے سامنے دہشت گردی ہو رہی ہے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اگر یہ پاسپورٹ سسٹم نہ ہوتا تو جو جس کا دل کرتا جس وقت چاہتا جا کر بم بلاسٹ کر دیتا۔ اتنی سیکیورٹی کے بعد بھی اتنی مصیبتیں ہیں اگر یہ سیکیورٹی نہ ہوتی تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ کیا حشر ہوتا۔ تو جو لوگ وہاں پر رہتے ہیں مسلمان ہو چکے ہیں ان پر واجب ہے کہ ہجرت کریں اگر اپنے دین کو ظاہر نہیں کر سکتے اگر دین کو ظاہر کر سکتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور ظاہراً آج کل کے حالات میں دین ظاہر نہیں ہو سکتا وہاں پر۔ یعنی جو لوگ British تھے اور مسلمان ہوئے ہیں یا American مسلمان ہوئے ہیں تو کیا ان کو گورنمنٹ کہتی ہے کہ تم مسلمان ہوئے تو تمہارے لیے آذان دینا جائز ہے، تمہاری عید کی چھٹی ہے؟ یہ سسٹم ہے ان کے لیے؟ میرا خیال ہے کہ نہیں ہے ان کے لیے کسی کے لیے بھی نہیں ہے یہ، تو اپنے دین کو ظاہر نہیں کر سکتے وہ تو ان پر واجب ہے کہ وہ کفر کے ملک کو چھوڑ کر مسلمان کے ملک کی طرف آئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون ان کو اجازت دے گا؟ یہ مشکل ہے۔ کچھ لوگ آتے ہیں jobs کے لیے، ملک کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہاں پر job مل جاتی ہے اور آہستہ آہستہ وہاں پر رہتے ہیں، موت تو اچانک آتی ہے۔ پتہ ہے موت کا کہ کب آتی ہے؟ تو وہ اس تمنا میں کفر کے ملک کو چھوڑ کر آتے ہیں کہ ہماری موت کسی اسلام ملک میں ہو کلمہ پڑھنے کے بعد مرنا تو ویسے ہی ہے۔ تو استطاعت کی شرط یاد رکھیں ضروری ہے یعنی میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اگر بندہ مستطیع نہیں ہے تو یہ نہیں کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں بھئی یہ فرض ہے، واجب ہے تو میں گناہ گار ہوں۔ نہیں، ہرگز نہیں اگر اس ایک شخص کی نیت ہے کہ وہ ملک چھوڑنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کوئی راستہ سبب نہیں ہے اور ادھر ہی مر جاتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن بات یہ ہو رہی ہے کہ مسلمان اسلام کے بعد بھی چھوڑنا نہیں چاہتا، پرواہ بھی نہیں ہے اور نیت بھی نہیں ہے، تو کیا دونوں برابر ہیں؟ نہیں دونوں برابر نہیں ہیں۔ آپ نیت تو کر سکتے ہو۔ نیت کے لیے استطاعت ہے کوئی؟ کیا خیال ہے کہ نیت

کی کوئی استطاعت ہے ؟نیت تو آپ کے دل کا عمل ہے نیت تو آپ کرسکتے ہیں اس لیے ہجرت کے معاملے میں بڑی پیاری حدیث ہے صحیح بخاری کی سب سے پہلی حدیث:

"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ" عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔" وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى" اور جس نے جو نیت کی ہے اس کے مطابق اس کو اس کا اجر ملے گا۔جو عمل آپ کرتے ہو وہ آپ کی نیت اس کی بنیاد ہے۔" فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ"اب یہ دیکھیں ہجرت کی بات آئی ہے۔تو جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہو۔"فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ"تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے اور واقعی اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے لیے اس نے ہجرت کی ہے ، چھوڑ دیا ہے سب کچھ۔"وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا"اب دیکھیں اور جس کی ہجرت کہ ایک ملک کو چھوڑ رہا ہے اور دوسرے ملک میں وہ جارہا ہے لیکن شادی کے لیے جارہا ہے۔تو اس کی ہجرت کس کے لیے ہے ؟اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ؟اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ہے ؟شادی کے لیے ہے تو اس کی نیت شادی تھی اس لیے اس سفر میں کسی مشقت کا اسے ثواب نہیں ملے گا کیوں کہ اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ کے لیے تھی ہی نہیں۔کوئی تجارت کے لیے جاتا ہے تو اس کی نیت تجارت ہے۔جس کی نیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے اگر چہ وہ شادی بھی کرتا ہے اور تجارت بھی کرتا ہے تو اس کو اجر ملے گا کہ نہیں ملے گا؟تو یہ بنیادی بات ہے کہ اپنی نیت درست کرو۔نیت آپ کی یہ ہو کہ یہ جو پانی میں پی رہا ہوں اس سے تندرستی ملے گی اور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت بہترین طریقے سے کرسکتا ہوں۔پانی تو ویسے بھی پی لیا لیکن اجر ملا کہ نہیں ملا؟اجر ملا ہے۔تو اپنی نیت ہمیشہ درست رکھو تو ایک ایک قدم پر ایک ایک عمل پر آپ کا ثواب ضائع نہیں ہو گا ان شاء اللہ۔

رشتے داروں کو ملنے کے لیے جانا جائز ہے ، آپ جاسکتے ہیں رشتے داروں سے ملنے کے لیے ، آپ ان کو دعوت بھی دے سکتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔
سب سے پہلے بنیادی بات یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ نبی رحمت ﷺ کے فرمان میں تضاد نہیں ہے۔جنہوں نے یہ فرمایا ہے فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے انہوں نے ہی فرمایا ہے کہ توبہ اور ہجرت تا قیامت ہے۔تو اس میں آپ کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ تضاد ہے ہی نہیں پہلی بات یہ ہے طالب علم کے لیے۔ اب ہم سوچیں گے کہ اس کا جواب کیا ہے ؟یقین ہو گیا کہ دونوں صحیح ہیں ،جب دو دلیلیں متعارض ہو جائیں تو علماء کی اس میں ایک ترتیب ہے۔جمع کر سکتے ہیں یا نہیں ، پھر ناسخ منسوخ کی طرف آتے ہیں پھر ترجیح ، اس طریقے سے۔تو جمع تو نہیں کرسکتے۔کیوں ؟ایک کہتے ہیں کہ ہجرت بالکل ہے ہی نہیں اور ایک کہتے ہیں کہ ہجرت آخر تک ہے تو اس میں جو تاویل ہم کرسکتے ہیں وہ کون سی روایت ہے پہلی ہے یا دوسری ہے کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے بالکل یا تا قیامت ہجرت ہے ؟تا قیامت ہجرت ہے اس کا کوئی دوسرا مفہوم بن سکتا ہے۔ہجرت تا قیامت ہے لیکن ہجرت فتح مکہ کے بعد نہیں ہے اس میں کوئی دوسری بات ہوسکتی ہے ؟کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت مکہ چھوڑنے کا ہے کہ مکہ کو چھوڑ کر جانا یعنی مکہ جو ہے سب سے بہترین زمین ہے۔اس سے کوئی بہترین زمین ہے ؟کوئی زمین بہترین نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو وہ زمین جو اللہ اور اللہ کے رسول کو پیاری ہے ، حکم دیا کہ اس زمین کو چھوڑ دو۔جب دین اور زمین آپس میں ٹکرا جائیں تو کس کو آگے کرتے ہیں ؟یہ سبق ہے۔دین سے آگے کچھ بھی نہیں ہے ، جب ماں باپ نہیں تو زمین بھی نہیں۔صحابہ کرام [نے سب کچھ قربان کیا کہ نہیں ؟تو زمین کے لیے ٹھہر جائیں کیا؟اگر چہ یہ زمین اللہ تعالیٰ کو سب سے پیاری ہے مکہ جو ہے لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ اس زمین کو چھوڑ دو اور نبی کریم ﷺ نے جاتے ہوئے یہ ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ زمین بہت پسند ہے تیرا حکم ہے میں چھوڑ کر جارہا ہوں۔تو اس لیے یہاں پر ایک فائدہ بھی ہے اور ایک پیغام بھی ہے کہ آج کل کیا ہوتا ہے ، ہم جنگ کیوں کرتے ہیں ؟زمین کے لیے۔میرے بھائی اگر زمین کے لیے جنگ کرنا جائز ہوتا تو کبھی بھی نبی رحمت ﷺ مکہ چھوڑ کر نہ جاتے یاد رکھیں۔

ہمیں جنگ کرنی ہے (جہاد کس لیے ہوتا ہے ؟) اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لیے، دین کو بچانے کے لیے جہاد ہوتا ہے زمین کو بچانے کے لیے جہاد نہیں۔ اگر دین ہے تو زمین بھی ہے یاد رکھیں اگر زمین نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں اور زمین ہے، کوئی اور زمین ہے جیسے آگے بیان ہو گا کہ فرشتے بڑی سختی سے سوال کریں گے کوئی اور زمین نہیں تھی ایک ہی زمین تھی تمہارے لیے جہاں پر مرمٹ رہے تھے اپنے اسلام کو دین کو چھپا کر رہتے تھے ظاہر نہیں کر سکتے تھے، یہ سوال ہو گا۔ تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہجرت پر آپ بالکل جا نہیں سکتے، یہ ان کے لیے ہے جو لوگ وہاں پر رہ سکتے ہیں، ان کے پاس طاقت بھی ہے اور ان کے پاس کوئی سبب بھی نہیں ہے چھوڑنے کا اور وہاں پر اسلامی شرائع بھی واضح ہیں یعنی فتح مکہ ہو گیا ہے اب قانون اسلامی ہے، وہاں پر تکلیف دینے والا بھی کوئی نہیں ہے تو لوگ مکہ کو چھوڑ کر کیوں جائیں بھئی ؟ جو مکی ہیں وہ مکہ میں رہیں جو مدینہ میں وہ مدینہ میں رہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن مکہ والے اگر مکہ کو چھوڑ کر اگر چلے جائیں سارے تو پھر مکہ کس کے لیے رہ جائے گا ؟ تو اس لیے ان کو آگاہ کیا جارہا تھا جو یہاں پر رہتے ہیں کہ انہیں ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اب، فتح مکہ ہو گیا ہے اب وہ اس میں رہیں اب ہم نے اسلام کی تعمیر کرنی ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ اس زمانے میں مکہ اور مدینہ شہر نہیں تھے ایک الگ الگ ملک تھے یہ سمجھ لیں آپ یعنی مکہ اگرچہ آج شہر ہے ملک کا ایک حصہ ہے لیکن اس زمانے میں مکہ الگ تھا اور مدینہ الگ تھا جیسے دو الگ الگ ملک ہیں اور صلح حدیبیہ میں آپ نے دیکھا ہو گا مشہور قصہ ہے کہ مشرکین جو تھے وہ مکہ میں تھے اور جو مومنین تھے وہ مدینہ میں تھے اب صلح ہوئی دونوں کی، جب صلح ہوئی تو ایک تیسرا گروہ بیچ میں نکلا ابو جندل ؓ اور ابو بصیر ؓ کا۔ مسلمان تھے لیکن وہ پہاڑوں میں رہتے تھے۔ اب قریش ان سے جنگ کرتے اور وہ قریش سے جنگ کرتے۔ کیا نبی کریم ﷺ ان کی مدد کے لیے کچھ کرتے ؟ ابو بصیر ؓ کی مدد کی انہوں نے کبھی ؟ نہیں مدد کی۔ تو علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان ملک اور ایک کافر ملک میں معاہدہ ہو جائے اور تیسرے مسلمان ملک کی کافروں سے جنگ ہو جائے تو اس مسلمان ملک پر فرض نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے اس معاہدے کی بنیاد پر۔ بات سمجھ آئی کہ نہیں ؟

صلح حدیبیہ میں معاہدہ ہوا نبی کریم ﷺ کا اور قریش کا کہ ہم جنگ نہیں کریں گے۔ ابو جندل ؓ اور ابو بصیر ؓ وہ مسلمان تھے جو مکہ میں رہتے تھے اور متحدین تھے۔ ان کو باندھا ہوا تھا، ان کو مارتے تھے ان کو طرح طرح کا عذاب وہاں پر دیا جاتا تھا۔ کسی ذریعے سے وہ وہاں سے نکلے۔ تو شرط کیا تھی صلح حدیبیہ میں ؟ کہ جو ہم میں سے تمہاری طرف آئے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ تو اسی دن ابھی لکھا نہیں تھا بات طے ہوئی تھی سہیل بن عمرو کا بیٹا آ گیا اور ہاتھ بندھے ہوئے اور خوش ہو گیا کہ میری جان چھوٹ گئی، سہیل بن عمرو نے جب بیٹے کو دیکھا تو اسے مارنا شروع کر دیا، نبی کریم ﷺ نے انہیں روکا کہ بھئی معاہدہ لکھا نہیں ہم نے، تو ان کو کہا میرے لیے بس، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا میرے لیے بس "أَجِزْهُ لِي" صرف میرے لیے ایک گزارش ہے تو اس شخص نے کہا کہ نہیں ہرگز نہیں پھر دوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ، صحابہ کرام [گھٹنوں کے بل گر پڑے رو رہے تھے کہ یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ سیدنا عمر بن خطاب ؓ کا مشہور قول ہے کہ کیا ہمارے پاس حق نہیں ہے ؟ فرمایا کہ جی ہاں حق ہے ہمارے پاس۔ کیا ہم اگر مریں گے تو کیا شہید نہیں ہیں، جنت نہیں ہے ؟ فرمایا حق ہے۔ تو پھر کیوں ہم اپنی ذلت show کریں ان کافروں کے سامنے ؟ نبی رحمت ﷺ کا کیا جواب تھا ؟ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ میری نصرت کر کے رہے گا، اللہ تعالیٰ میری نصرت ضرور فرمائے گا۔ پھر جاتے ہیں ابو بکر صدیق ؓ کی طرف وہی جواب ملتا ہے، سبحان اللہ۔ تو ابو جندل ؓ اور ابو بصیر ؓ اس وقت تو چلے گئے لیکن بعد میں وہاں سے نکل گئے۔ جب نکل گئے تو مدینہ گئے، لیکن نبی رحمت ﷺ نے ان کو مدینہ سے نکال دیا۔ کیوں ؟ اب معاہدہ ہو چکا ہے کیوں کہ واپس آئے تھے لینے کے لیے ان کو، جب ابو جندل ؓ وہاں پر پہنچے تو مکہ سے آئے، بھئی آپ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ واپس کریں گے ہم، یہ ہم سے نکل گئے ہیں مفرور قیدی ہیں ہمارے تو نبی رحمت ﷺ نے ان کو بھیج دیا

ان کے ساتھ وہ پھر روتے ہوئے چلے گئے۔ راستے میں جب ان کو ایک موقع ملا تو ان کو قتل کر کے وہاں سے بھاگ گئے ابو بصیر ؓ اور ابو جندل ؓ اور بھی جو متحدین تھے وہ سب نکل کر اس جگہ معروف جگہ تھی پہاڑوں میں، جب قافلہ گزرتا وہاں سے قریش کا تجارت کے لیے تو ان کو لوٹ لیتے، مار دیتے تو وہ تنگ آ گئے۔ اب انہوں نے نبی رحمت ﷺ کو خط لکھا کہ بھئی آپ کے بندے ہیں آپ ان کو روکو۔ نبی رحمت ﷺ نے خط لکھا کہ بھئی میرے بندے کہاں ہیں آپ نے خود منع کیا تھا مدینے میں تو نہیں ہیں وہ اب تم جانو اور وہ جانیں۔

تو علماء نے اس پورے قصے سے یہ اخذ کیا ہے کہ مدینہ میں ایک ملک ہے اور مکہ میں ایک کافر کا ملک ہے، تیسرا مسلمان ہے وہ بھی، قریش کی اور ان کی آپس میں جنگ ہو رہی ہے نبی رحمت ﷺ نے ان کی مدد نہیں کی، کسی کو نہیں بھیجا کیوں کہ وعدہ میرے بھائی وعدہ ہوتا ہے، عہد کوئی عام بات نہیں ہے۔ آج ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کافر ملک نے یہ حرکت کر لی تو عہد ٹوٹ گیا۔ معاہدہ ٹوٹا یا نہیں ٹوٹا، یہ ہمارا کام نہیں ہے یہ حکمران کا کام ہے حاکم وقت کا کام ہے وہی decide کرتا ہے کہ ٹوٹا ہے کہ نہیں۔

تو میں یہ بتا رہا ہوں کہ یہ اس خاص وقت کی بات ہے کہ کچھ کافر نکل کر بھاگ گئے کیوں کہ مکہ میں اکثر کافر تھے مسلمان سب مدینہ میں تھے اور مکہ میں چند لوگ تھے اگر وہ بھی نکل جاتے تو مکہ میں کون رہتا۔ تو اس کو منع کر دیا کہ ہجرت نہیں کرنی۔ ہمیشہ کے لیے نہیں کرنی کیا؟ اب اگر مکہ سے کوئی ہزار آدمی چلا جائے تو کوئی فرق پڑتا ہے مکہ میں؟ اب شہر develop ہو چکا ہے، آپ یہ سمجھ لیں کہ اب ماشاء اللہ پوری دنیا یہاں پر آتی ہے۔ سارے مسلمان کہاں پر آتے ہیں؟ بلکہ لوگ تو اب چاہتے ہیں کہ مکہ میں کاروبار کریں۔ تو مکہ سے مدینہ ہجرت تو ضروری تھی فرض تھی سب کے لیے، مکہ مشرک ملک تھا سب مشرکین تھے وہاں پر تو ہجرت فرض ہو گئی تھی، اب جب مدینہ سے مکہ آ گئے اور مکہ فتح ہو گیا اب فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض ہے؟ ہجرت فرض نہیں ہے ہجرت کی فرضیت کا حکم اب ختم ہو گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اب ہجرت ہو سکتی ہے؟ اب ایک مشرک شہر ہے مشرک ملک ہے اس سے ہجرت کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ یہ فرض ہے کر سکتے ہیں ہجرت۔ کیوں؟ کیوں کہ ہجرت کا تا قیامت دروازہ کھلا ہے اور جن کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس میں تضاد ہے تو تضاد نہیں ہے اس میں۔ یہ غلط فہمی ہے کہ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، ہجرت کرنا منسوخ ہو گیا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں تو ان کی بات درست نہیں ہے۔ جہاں پر کفر ہے وہاں پر ہجرت موجود ہے مطلب یہ ہے دوسری حدیث کا۔ اب مکہ میں کفر موجود ہے کیا؟ شرک ہے؟ تو ہجرت کس چیز کی۔ اگلے ہفتے میں ان شاء اللہ پورا کریں گے اس آیت کو۔